اوقاف سے متعلق شرعی احکام میں اجتہاد کی ضرورت

دکتور / محمد عبدالغفار شریف...... الکویت

(اردو ترجمہ : محمد ہشام الحق)

فلاسفہ کہتے ہیں کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔یہ انسانی معاشرہ کا دستور ہے،خواہ اس میں مسلمان رہتے ہوں یا غیر مسلم۔یہی ضرورت علماء کو اجتہاد پر آمادہ کرتی ہے،یہی وجہ ہے کہ باغیوں اور رہزنوں وغیرہ سے متعلق بیش تر احکام صحابہ کرام کے درمیان ہونے والی جنگوں یا ان کے اور خوارج کے درمیان ہونے والی جنگوں کے نتیجہ میں وجود میں آئے۔ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عراق سے مصر تشریف لے گئے تو ان کی بہت سی آراء تبدیل ہوگئیں۔دلائل اور اصول تو پرانے ہی تھے البتہ بعض ان نئے واقعات،نئے عرفوں اور ان تہذیبی امور کی وجہ سے جو حجاز اور عراق میں انہیں پیش نہیں آئے تھے اور مصر میں ان کو ان سے سابقہ پیش آیا،انہوں نے بہت سے دلائل پر از سر نو غور کیا اور ان کے سامنے بہت سے ایسے دروازے کھلے جواب تک نہیں کھلے تھے،ان ہی میں سے احکام وقف میں واقع ہونے والا تغیر بھی ہے،اسی لئے وقف کے مؤبد اور مؤقت ہونے میں علماء کا اختلاف ہے،جمہور کی رائے یہی ہے کہ وقف مؤبد ہوگا،امام اعظم کے نزدیک وقف مؤقت بھی ہوسکتا ہے البتہ انہوں نے بعض مسائل مثلاً مساجد اور مقابر وغیرہ کو اس سے مستثنی قرار دیا ہے،اسی طرح اشیاء منقولہ،نقود اور منافع کے وقف میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے واقع ہوا ہے۔امام مالک کے نزدیک جمہور فقہاء کے برعکس کوئی چیز کرایہ پر لے کر اس کی منفعت وقف کی جاسکتی ہے۔ان کے نزدیک وقف کے لئے عین کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔سلطنت عثمانیہ کے آخری دور میں،اسی طرح مصر کے مملوکی عہد میں جب حکومت کمزور ہوئی تو بہت سے اوقاف ضائع ہوگئے،ان اوقاف کے ذریعہ کسی زمانہ میں مدارس اور شفاخانے اور بہت سی معاشی،سماجی،صحتی اور تعلیمی امور انجام پاتے تھے۔مسلمان اتنے تہذیب یافتہ تھے کہ انہوں نے جانوروں پر بھی جائدادیں وقف کی تھیں۔دمشق میں اس وقت جو میونسپل اسٹیڈیم ہے وہ کسی زمانہ میں مجاہدین کے بیمار اور بوڑھے گھوڑوں پر وقف تھا۔اسے ''ارض المرجہ'' کہا جاتا تھا۔اس کے بعد کے دور میں مسلمانوں کے اوقاف

ضائع ہوگئے،اس کے اسباب کاعلم مجھے ونشریسی کی کتاب ''المعیارالمعرب فی فتاوی علماء افریقیۃ والمغرب،،کے ذریعہ ہوا۔یہاں افریقہ سے مرادتیونس ہے،اسے افریقہ اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ افریقہ کاباب الداخلہ تھا۔اندلس کے تاجر پورے یورپ اورافریقہ میں اپنے تجارتی سامان برآمدکرتے تھے،یہ تجارتی سامان بندرگاہوں پرآتے تھے۔اس زمانہ میں ان پرکسٹم ڈیوٹیزلگائی جاتی تھیں،کبھی کبھی یہ ٹیکس سامان کی قیمت سے بڑھ جاتے تھے،تاجروں نے اس سلسلہ میں غورکیااوراپنے سردارشاہ بندرسے مشورہ کیا،چنانچہ اتفاق رائے سے یہ طے پایاکہ ایک فنڈ قائم کیاجائے اوراس کے ذمہ دارشاہ بندرہوں گے۔ہرتاجراس میں ایک متعین فیس جمع کرے گا۔اگرکوئی تاجرکسی حادثہ سے دوچارہوجائے یابھاری ٹیکسوں کی زدمیں آجائے تواس ٹیکس کی ادائیگی اس فنڈسے کی جائے گی۔اس فنڈمیں ترقی ہوئی اوراب انہوں نے اس کے مال میں سرمایہ کاری شروع کردی۔اس فنڈمیں سرمایہ کاری کرنے والوں نے اندلس کے علماء سے یہ مسئلہ دریافت کیاتوانہوں نے فتوی دیاکہ یہ وقف ہے۔اس طرح کمرشل انشورنس اورسرمایہ کاری انشورنس کاآغازہمارے آباء واجدادنے کیا،یورپ بہت بعدمیں اس سے واقف ہوا،حالیہ دورمیں یہی چیزہمارے پاس دوبارہ مغرب سے آئی۔سلطنت عثمانیہ کے زوال کے نتیجہ میں اوقاف کے زوال پذیرہونے کی وجہ سے علماء نے اوقاف کے سلسلے میں اجتہادکے ذریعہ نئے احکام مستبط کئے جیسے احکاراوراجارتین وغیرہ عقودکے احکام۔وقف کے بیشتراحکام اجتہادی ہیں جومصالح اورقواعدپرمبنی ہیں۔کویت میں جب امانت عامہ برائے اوقاف کاقیام ہواتواس وقت اوقاف کی صورتحال یہ تھی کہ ایک طویل عرصہ تک کئی کئی سال کی آمدنی بمشکل چارفیصدہوپاتی تھی یعنی سالانہ آمدنی صفرتھی،اوقاف کی عمارتیں تھیں،ان کاکرایہ آتاتھااوراپنے شرعی مصارف میں خرچ ہوجاتاتھا،عمارتوں کے قدیم ہونے کی وجہ سے کرایہ داربھی ان کوکرایہ پرلینے کی طرف راغب نہیں ہوتے تھے،وزارت اوقاف کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ ان عمارتوں کوازسرنوتعمیرکراتی اوران کوترقی دیتی،ایسی صورت میں عالم اسلام کے دوسرے حصوں کی طرح ہم بھی ان عمارتوں کونہایت معمولی کرایہ پرلگادیتے تھے،حکمت مؤمن کاگمشدہ مال ہے۔ہمارے دوست امریکہ اوربرطانیہ گئے،وہاں انہوں نے ٹرسٹ کانظام دیکھا،ٹرسٹ کانظام وقف سے ملتاجلتاہے،یہ اسلامی نظام سے ماخوذہے،یہ ٹرسٹ رفاہی ہوتاہے،اس میں رقوم جمع کی جاتی ہیں اورتمام شعبوں میں ان کی سرمایہ کاری ہوتی ہے،مغرب کی بڑی بڑی یونیورسٹیاں کیمبرج

اور ہارورڈ وغیرہ سب وقف ہیں، البتہ انہیں تجارتی ذہن اور سرمایہ کاری کے نقطہ نظر سے چلایا جاتا ہے، اس میں غریب طلبہ کی امداد کا بھی فنڈ ہے۔ان اوقاف کی آمدنیاں ان ہی جامعات میں صرف ہوتی ہیں، ہمارے دوستوں نے اس مغربی تجربہ سے فائدہ اٹھایا، وہ ملیشیا گئے، وہاں انہوں نے نہایت ترقی یافتہ پروجیکٹ دیکھا۔اس کا نام ہے: ''تابونگ حجی''، یہ ملیشیائی باشندوں کا ادارہ ہے، ملیشیا کے مسلمان باشندے انتہائی مفلوک الحال تھے، تجارت چینیوں کے ہاتھ میں تھی اور صنعت ہندوستانیوں کے ہاتھ میں جن میں سے بیشتر غیر مسلم تھے، مسلمان یا تو حاکم تھے یا مزدور، ایک چھوٹا سا طبقہ اقتدار میں تھا اور بیش تر لوگ چینیوں کے ہاں مزدوری کرنے والے تھے، یہ حج کی آرزو رکھتے تھے مگر ان کے پاس پیسے نہیں ہوتے تھے، اس صورت میں انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم ہر اس شخص سے جو حج کی آرزو رکھتا ہو ماہانہ یا اس کی استطاعت کے مطابق ایک متعین قسط جمع کرائیں، پھر ان رقوم کو اکٹھا کر کے ایک فنڈ قائم کریں اور اس سے سرمایہ کاری کریں پھر ہر سال دس بیس افراد کو، یا سو آدمیوں کو حج کرائیں، جس کا نمبر آجائے وہ ان پیسوں سے حج کرے اور بقیہ پیسے بعد والوں کے لئے وقف رہیں۔آج یہ ادارہ ''تابونگ حجی''، ملیشیا کا سب سے بڑا اقتصادی ادارہ ہے، بڑی بڑی کمپنیاں چلاتا ہے، بہت سی کمپنیوں میں شراکت دار ہے، ملیشیا میں اس نے متعدد اسلامی بینک قائم کئے ہیں اور اپنے ملک کی ایک قابل لحاظ اقتصادی قوت بن کر ابھرا ہے۔جو شخص بھی کوئی اسلامی کمپنی قائم کرنا چاہتا ہے وہ ''تابونگ حجی''، کو اپنا شراکت دار بنانا چاہتا ہے۔یہ سوچ کویت منتقل ہوئی، جب دوستوں نے ان دو تجربات ایک اسلامی اور ایک مغربی کی روشنی میں اموال وقف کو فروغ دینے کے لئے ایک ادارہ قائم کرنے پر غور کیا تو انہوں نے دیکھا کہ وقف کے بیش تر اموال تعمیر نو اور استبدال کے متقاضی ہیں۔

ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ فقہاء دو انتہاؤں پر ہیں: ایک انتہا یہ ہے کہ وقف کا استبدال کسی حال میں جائز نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر وقف کی کوئی عمارت ہو اور وہ منہدم ہو جائے، قابل استعمال نہ رہے تو اسے بیچنا جائز نہ ہوگا۔وہ اسی حال میں چھوڑ دی جائے گی نہیں معلوم کہ کب اور کون اس کی از سر نو تعمیر کرے گا۔اس رائے کی وجہ سے بہت سے اوقاف ضائع ہو گئے۔اس کے برعکس بعض فقہاء (حنابلہ) کی رائے یہ ہے کہ اگر وقف کی کوئی چیز یہاں تک کہ مسجد بھی قابل استفادہ نہ رہ جائے یا منہدم ہو جائے تو اسے بیچ کر اس کی قیمت کسی دوسری جگہ میں موجود کسی مسجد میں صرف کی جاسکتی

ہے، بلکہ بعض علماء حنابلہ جیسے ابن تیمیہ اورابن قاضی الجبل کی رائے یہ ہے کہ ایک کم فائدہ وقف کودوسرے زیادہ نفع والے اور بہتر وقف سے بدلنا بھی جائز ہے۔اس بات کاتعین کہ زیادہ نفع کس وقف میں ہے یاتو قاضی کے مشورہ سے وقف کامتولی کرے گایایہ کچھ شرائط کے ساتھ مشروط ہوگا۔استبدال کاجوازعلی الاطلاق نہیں ہے ورنہ وقف ایک کھلواڑ بن جائے گا۔اس سلسلہ میں مناسب طریقہ کاراختیارنہ کرنے ہی کی وجہ سے اردن، فلسطین اور ہندوستان کے بہت سے اوقاف ضائع ہوگئے، فلسطین کے بہت سے مقدسات کی دیکھ ریکھ کے لئے وہاں کی وزارت اوقاف اوراسلامی بینک کے درمیان تعاون کاسلسلہ شروع ہوا۔اس مقصد کے لئے مقارضہ یامضاربہ بانڈز کاطریقہ اختیارکیاگیاجواصلاًاگرچہ تجارت کے ساتھ خاص ہے مگر بہت سے فقہی اجتہادات کی روسے غیرتجارتی معاملات میں بھی درست ہے۔ہم لوگ ہمیشہ اپنی اکیڈمیوں،اداروں،دارالافتاء ات یہاں تک کہ اسلامی کمپنیوں کے شرعی بورڈس میں کسی ایک مسلک کی پابندی نہیں کرتے،ہم جملہ اسلامی مسالک سے استفادہ کرتے ہیں اوران کے اجتہادات کے دائرے سے نہیں نکلتے،ہم ان مسالک اوراجتہادات سے زمان ومکان کے مناسب حال آراء کولے لیتے ہیں،بشرطیکہ وہ نص صریح سے متصادم نہ ہوں،نص صریح میں تاویل کاامکان نہیں ہوتااورایسی نص کبھی بھی کسی اصولی یافقہی قاعدہ سے متصادم نہیں ہوسکتی ہے۔

الحمدللہ ہم نے محسوس کیاکہ اس طریق کارسے اوقاف کوبہت ترقی دی جاسکتی ہے، ہندوستان، فلسطین اوراردن کے بہت سے وہ اوقاف جوتعمیرنویاسرمایہ کاری کے متقاضی ہیں،آئی ڈی بی وغیرہ کے تعاون سےان کے مسائل کوحل کیاجاسکتاہے۔اس کے لئے مقارضہ بانڈز کی صورت بھی اختیارکی جاسکتی ہے۔ایسی صورت میں وزارت اوقاف یااوقاف مینجمنٹ کی حیثیت مضارب کی ہوگی،یہی ادارہ لوگوں سے مال اکٹھاکرے گااوراس کے سلسلہ میں بانڈز جاری کرے گا،یہ بانڈزایسے ہی ہوں گے جیسے کمپنی کے شیئرز۔اگرنقودکی صورت میں ہوں گے توان پربیع صرف کے احکام منطبق ہوں گےاوراگردیون کی صورت میں ہوں توان میں دین کے احکام جاری ہوں گے۔اگرنقوداوردیون کامجموعہ ہوں گے توحکم میں اعتبارغالب حصہ کاہوگا۔ان اموال سے ہم اوقاف کوفروغ دے سکتے ہیں،ایسی آمدنیوں کاایک حصہ بانڈز کے مالکان کوملے گا۔ایک وقت ایسابھی آسکتاہے کہ بانڈز کے مالکان اپنے بانڈزفروخت کرناچاہیں اوروقف انہیں خریدلے۔اس طرح وقف کے حصص بڑھ

جائیں گے اوران سے مزید سرمایہ کاری کی جاسکے گی۔وقت کے ساتھ ساتھ وقف کی اصل پوزیشن بحال ہوجائے گی اورشرکاء اپنے اپنے منافع لے کرسرمایہ کاری سے علاحدہ ہونا چاہیں تو علاحدہ ہوسکیں گے۔اس وقت وزارت اوقاف کویت نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ اس کے پاس تقریباایک سوساٹھ ملین کویتی دینار کے برابراثاثہ جات اورنقدرقوم ہیں۔کوئی بھی شخص اگرکوئی اسلامی کمپنی قائم کرنا چاہتاہے تواس کوشراکت کی دعوت دیتاہے۔ہم کمپنیوں میں شامل ہوتے ہیں،کبھی کبھی ہم منیجمنٹ میں بھی شریک ہوتے ہیں،کمپنیاں قائم کرتے ہیں اوردوسری کمپنیوں پراپنی شرطیں عائدکرنے کی پوزیشن میں ہوتے ہیں،اس طرح وقف ان کمپنیوں میں سب سے مضبوط شراکت دارہوتاہے۔اس سے وقف کوایک ایسی آمدنی حاصل ہوتی ہے جوعمارت کے علاوہ ہوتی ہے،الحمدللہ ہم نے اس سلسلے میں علماء اورفقہی اکیڈمیوں کے فتاوی حاصل کرلئے ہیں کہ اگرکسی وقف کی آمدنی اس کی ضروریات سے زائدہوتواسے یوں ہی چھوڑنے کے بجائے اس سے سرمایہ کاری کی جائے،ان کویوں ہی رکھ چھوڑنے سے ان کی قوت خریدمیں کمی آتی جائے گی اوروقف کانقصان ہوگا۔ہم ان رقوم سے کمپنیوں کے شیئرزنقدرقوم کے مثل ہیں۔ہم اسے کسی وقت بھی فروخت کرسکتے ہیں اوران کی اچھی سے اچھی قیمت ہمیں مل سکتی ہے،اس طریقہ کارسے نہ صرف اصل سرمایہ آمدنی میں اضافہ کاباعث ہے بلکہ ایک آمدنی خوددوسری آمدنی کے حصول کاقوی ذریعہ ہے۔اس طرح اللہ کاشکرہے کہ اوقاف کی قدرت وقیمت میں اضافہ ہواہے۔اوقاف کوفروغ دینے کے لئے وسیع تناظرمیں نئے طریقوں پرہمیں غوروفکرکرتے رہناچاہئے۔ہم نے عقدانتفاع کابھی استعمال کیا،اس سے اسلامی کمپنیوں کوبڑے منافع حاصل ہوئے۔ہمیں تعصب سے بچتے ہوئے اوقاف کے نئے مسائل کوفقہی اصولوں کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔اس وقت نوجوانوں کی شادی کے لئے بھی اوقاف کاقیام ہوناچاہئے،اگرہندوستان کے اوقاف کی سرمایہ کاری باہرکے ملکوں میں براہ راست ممکن نہ ہوتومختلف رفاہی اورفلاحی تنظیموں مثلاجمعیۃ الشیخ عبداللہ النوری وغیرہ کے توسط سے یہ کام انجام دیاجاسکتاہے۔ایسی صورت میں یہ تنظیمیں سرمایہ کاری کریں گی اورآپ کے منافع آپ کواداکریں گی۔اگرقانون سماجی مفادات کاتحفظ نہ کررہاہوتواس کے خلاف حیلہ اختیارکرناشریعت کے منافی نہیں ہے۔ہمیں امیدہے کہ ہم اسلام کے مصالح کے لئے باہم تعاون کریں گے۔

☆العادۃ محکمۃ ☆عادت کوحکم بنایاگیاہے یعنی فیصلہ عرف کے مطابق ہوگا☆